ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

لوحِ محفوظ کی اہمیت اور انسانی اعمال

THE IMPORTANCE OF LOWH-E-MAHFUZ AND HUMAN ACTS

Dr. Asyesha Sabeen
PhD, Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore.

Abstract
Lowh-e-Mahfuz is an Arabic locution that interprects "preserved and conserved tablet". According to Islamic notion, it alludes to divine and Holy slab that accounts each and every thing that has taken place and will occur, as ordered by Allah Subhan-o-Ta'ala. The notion of Lowh-e-Mahfuz is enormously embedded in Islamic cosmology and theology, expressing the faith in desting and supreme power of Allah Subhan-o-Ta'ala.
Kewwords: *Lowh-e-Mahfuz, faith, fate, human acts.*

لوحِ محفوظ عربی زبان کی اصطلاح ہے جس کو "محفوظ تختی" کہا جاتا ہے۔اسلامی نقطہ نظر سے یہ ایک روحانی اور خدائی تختی ہے جس میں وہ تمام واقعات جو گزر گئے ہیں اور آنے والے حالات کے متعلق ہر چیز اللہ کے حکم کے مطابق بیان کر دی گئی ہے۔لوحِ محفوظ کا نظریہ اِسلامی کاسمولوجی (علم کائنات) اور تھیالوجی (علم الھیات) میں بہت زیادہ سرائیت شدہ ہے جو تقدیر پر ایمان اور اللہ کے قادرِ مطلق ہونے پر پختہ یقین کا اظہار کرتا ہے۔
(لوحِ محفوظ، ایمان، تقدیر، اِنسانی اعمال)

تعارف:

اللہ سبحان و تعالیٰ ہر چیز کو اپنی حکمتِ عملی کے تحت ایک خاص مقدار اور خاص شکل و صورت کے مطابق تمام اشیاء کو پیدا فرماتا ہے۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جن کو ابتداً ایسے پیدا فرماتا ہے جن میں فنا یعنی خاتمہ طاری ہونے تک کسی قسم کی کوئی مداخلت یا تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر زمین، چاند، سورج، ستارے اور آسمان وغیرہ۔ لیکن بعض اشیاء کے پہلے اصول وضع کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ ان کی نشوونما (development) کرتا ہے جیسے آم کی گھٹلی سے آم پیدا ہوتا ہے کھجور نہیں اور نطفہِ انسانی سے صرف انسان ہی پیدا ہوتا ہے اور کوئی نہیں۔ در حقیقت تمام اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ رب العزت کو ان کی "تقادیر" ان کے حالات و واقعات اور ان کے ادوار کا علم تھا پھر اللہ رب العزت نے اپنے سابق علم کی بنا ان اشیاء کو پیدا فرمایا یہ سب چیزیں اللہ کے ہاں لوحِ محفوظ پر لکھی جا چکی ہیں۔ ایمان باللہ، ایمان بالآخرہ، ایمان بالکتب والرسل کے ساتھ ساتھ ایمان بالقدر بھی ایمان کا ایک لازمی جزو ہے۔اس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔

لوحِ محفوظ– معنیٰ و مفہوم

لوحِ محفوظ وہ ہے جو اللہ رب العزت نے ایک مخصوص "تختی" یعنی لوح میں محفوظ کر دیا ہے۔ یعنی ہماری تقادیر- قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

> ہم نے بلاشبہ تخلیق فرمایا ہر ایک شے کو ایک اندازہ کے مطابق۔[1]

اس آیتِ مبارکہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع "معارف القرآن" میں رقمطراز ہیں:

> قدر کے لغوی معنیٰ قرینہ کے ہیں اور کسی بھی چیز کو دانائی، حکمت و فہم کے ساتھ ایک شمارے سے بنانے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح کے مطابق لفظ قدر "مشیتِ الٰہی" کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔[2]
>
> لغوی اعتبار سے "قدر" سے مراد کسی چیز کو طے کرنا اور اس کا حکم نافذ کرنا کے ہیں۔[3]

اصطلاحی اعتبار سے "قدر" کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

> اللہ سبحان و تعالیٰ نے اپنی دانائی کے مطابق خاص تخمینہ پر چیزوں کو وجود میں لے کر آتا ہے۔ کسی چیز کا فہم، قصد اور عزم کے مطابق ہونا تقدیر ہے۔ مشیتِ الٰہی ہی تقدیرِ الٰہ ہے۔ علامہ سمعانی نے کہا: اس کو جاننے میں فہم و آراء اور قیاس کا عمل دخل نہیں۔ اللہ کو جاننے کے لیے صرف قرآن و حدیث پر انحصار کرنا ضروری ہے جو شخص قرآن و حدیث کے بغیر اس علم کو سیکھے گا تو وہ راہِ ہدایت سے ہٹ جائے گا۔ کیوں کہ تقدیر اللہ رب

العزت کے رازوں میں سے ایک راز اور سیر ہے۔ جس کا علم اللہ سبحان و تعالی کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا علم اللہ رب العزت نے نہ کسی پیغمبر کو دیا اور نہ ولی کو۔[4]

قرآن مجید کی رو سے لوحِ محفوظ کے معنی

قرآن مجید میں کئی جگہوں پر تقدیر، قلم اور محفوظ کا ذکر ملتا ہے۔ سورۃ البروج آیت نمبر 22 میں ارشادِ باری تعالی ہے:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ۔فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ۔[5]

قرآن مجید لوحِ محفوظ میں محفوظ ہے اس میں تاقیامت کوئی تبدیلی رونما نہیں ہو گی۔

ابنِ کثیر اس تفسیر کے ضمن میں، تفسیر ابن کثیر میں رقمطراز ہیں:

> حضرت اسرافیل کے ماتھے یعنی پیشانی پر یہ لوحِ محفوظ ہے۔ عبدالرحمن بن سلمانؒ فرماتے ہیں: اس دنیا میں جو کچھ گزر گی، جو کچھ ہو رہا ہے (موجودہ دور میں) اور جو کچھ آئندہ ہو گا وہ سب کچھ لوحِ محفوظ میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔ یہ لوحِ محفوظ حضرت اسرافیلؑ کی دونوں آنکھوں کے بالکل سامنے موجود ہے لیکن وہ اسے اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے جب تک کہ ان کو اس کی اجازت نہ مل جائے یعنی خدا کی طرف سے حکم نہ آجائے۔[6]

کائنات کی تمام چیزوں کو ایک "اندازے" کے مطابق مرتب کیا۔

نظامِ شمسی کے متعلق فرمایا:

> کائنات کی تخلیق سے قبل اس دنیا و کائنات کی ہر چیز بارے میں اللہ سبحان و تعالی نے اپنے قدر و اندازے سے ہر چیز کا حکم لکھ دیا ہے اور واضح و متعین کر دیا ہے۔ اسی حکم کے مطابق دنیائے کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ اس میں اللہ رب العزت کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی تبدیل نہیں ہو سکتا۔ آسمان کو جس طرز پر تخلیق کیا، سورج کو جیسے روشنی عطا کی چاند کی جو منزلیں مقرر کیں۔۔۔۔۔ وہ سب اسی کے حکم کے مطابق چل رہے ہیں۔[7]

اسی طرح پیدائش اور عمر کا تعین لوحِ محفوظ میں موجود ہے۔

> جو عورت کسی بچے کو جنم دیتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی عمر کا تعین بھی خدا تعالی ہی کرتا ہے اور یہ سب کچھ اس کے ہاں ام الکتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے۔[8]

احادیثِ مبارکہ کی رو سے لوحِ محفوظ کی وضاحت

روایت ہے کہا عبدالواحد بن سلم سے کہ میں نے مکہ میں آکر عطا بن ابی رباح سے القاء کیا اور میں نے کہا ان سے اے ابو محمد بصرہ کے کچھ لوگ قدر کے عنوان پر بات چیت کرتے ہیں یعنی انکار کرتے ہیں۔ کہا انہوں نے اے بیٹے کیا پڑھتا ہے تو قرآن کو؟ میں نے کہا ہاں۔ کہا انھوں نے تم پڑھ لو سورۃ زخرف تو میں نے پڑھ لی۔ سورۃ زخرف حم سے "علی حَکیم" تک۔ انھوں نے کہا تم جانتے کیا ہو کہ کیا ہے "اُم الکتاب"؟ میں نے کہا جانتا ہے بہتر اس کو اللہ اور اس کا رسول (حضرت محمد ﷺ)۔

فرمایا: وہ کتاب ہے ایک اس میں لکھا ہے اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کرنے سے قبل کہ فرعون دوزخ والوں میں سے ہے اور اس میں لکھا ہے ٹوٹ گئے ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ خود ٹوٹ گیا۔

کہا عطا نے پھر میری ملاقات ولید بن صامت سے ہوئی۔ چوتھے نبی کریم ﷺ کے صحابی اور ان سے دریافت کیا، کیا تھی وصیت تمہارے والد کی وقتِ موت تو کہا اُنھوں نے کہ مجھے طلب کیا میرے والد نے (اپنی) موت کے وقت اور مجھ سے کہا کہ خوف کر و میرے فرزند اللہ سے اور جان لو کہ تم نہیں خوف کرے گا اللہ سے یہاں تک کہ تو ایمان لے آئے اللہ پر، (اس کی) تقدیر پر کہ نیکی و بدی سب اسی کے لیے ہے۔ لہذا اگر تو اس عقیدہ کے علاوہ کسی اور عقیدہ پر فوت ہوا تو تیرا دخول جہنم ہو گا بے شک میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو کیا پیدا اللہ نے سب سے پہلے پیدا وہ "قلم" ہے پھر کہا اس کو لکھو، اس نے کہا کیا لکھوں فرمایا: لکھو ہر چیز کا اندازہ و تخمینہ جو ہو چکی ہے اور ہونے والی ہے ابد یعنی روزِ محشر تک۔"[9]

روایات میں ہے کہ لوحِ محفوظ 40 ہزار سال قبل لکھی گئی تھی یعنی اُس وقت کہ جب آسمان اور زمین کو پیدا بھی نہیں کیا گیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: کیا مباحثہ حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ نے سامنے اپنے پروردگار کے چنانچہ حضرت آدمؑ نے حضرت موسیٰؑ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور کہا حضرت موسیٰؑ نے تم ہو وہ آدم کہ جس کو پیدا کیا اپنے ہاتھ سے رب نے اور تم میں پھونکی روح اپنی پسندیدہ اور کروایا سجدہ تم کو ملائکہ سے اور رکھا تمہیں اپنی جنت میں پھر تم نے اپنی غلطی کی وجہ سے انسانوں کو نکالا جنت سے زمین کی طرف۔ فرمایا: حضرت آدمؑ نے تم ہو وہ موسیٰ جس کو درجہ دیا رب نے اپنی رسالت اور کلام سے اور تم کو وہ "لواح" (تختیاں) دیں جن میں ہر چیز کا بیان ہے اور تنہائی میں باتوں کے لیے تمہیں اپنے قریب کیا (یعنی مقرب بنایا)۔ بیان کرو تمہارے علم کے مطابق میرے پیدا کئے جانے سے کتنے عرصہ پہلے اللہ رب العزت نے تورات کو لکھ دیا تھا۔ کہا حضرت موسیٰؑ نے چالیس سال قبل۔[10]

اسی طرح چالیس ہزار سال کے علاوہ پچاس ہزار سال بھی حدیث سے ثابت ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

سمٰوٰت وارض کی تخلیق کرنے سے پچاس ہزار سال قبل مخلوقات کی تقادیر کو اللہ سبحان وتعالیٰ نے لکھ دیا تھا اور تھا عرش پر پانی۔[11]

لوحِ محفوظ کی اہمیت

لوحِ محفوظ کی اہمیت مندرجہ ذیل نقاط سے واضح ہوتی ہے۔

1) ایمان بالقدر

تقدیر پر ایمان لانا اسی قدر ضروری ہے جس طرح اللہ، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں اور بعث بعد الموت پر۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

نہیں ہو سکتا کوئی بھی انسان ایمان والا جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئے چار چیزوں پر اول یہ کہ وہ گواہی دے اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور ہوں میں اللہ کا بھیجا ہوا ساتھ حق کے رسول۔ دوسرا موت پر ایمان لائے، تیسرا موت کے بعد جی اٹھنے پر اور آخرت پر اور چوتھا یہ کہ وہ ایمان لائے تقدیر پر۔[12]

2) تمام اختیارات پر اللہ قادر ہے

لوحِ محفوظ سے اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام تر اختیارات پر کامل قدر رکھتا ہے۔

دنیا کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اچانک بلا ارادہ واقعہ یا حادثہ ہو۔ بلکہ ہر شے کو ایک لائحہ کار سے بنایا گیا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ کو ہر چیز کے بنانے سے پہلے اس کا علم معلوم تھا اس خاص علم کے مطابق اس کو ایک خاص وقت پر ایک مخصوص سورت اور شکل میں تخلیق کیا۔ اس کو ایک خاص درجہ تک بڑھوتری دی اور اس کو قائم رکھا ایک مخصوص مدت تک اور اس کا وقت پورا ہونے کے بعد اس کو فنا کر دیا جائے گا یہی تمام اشیاء کی اور دنیا کا مقدر (تقدیر) ہے۔[13]

زندگی، موت، رزق، ہر چیز کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ اِنسان کی زندگی، موت،[14] رزق[15] سب کچھ اس کے تقدیر میں لکھ دیا گیا ہے یہ سب اللہ رب العزت کے اختیارات میں ہے۔

3) اللہ پر توکل مضبوط ہونا

لوحِ محفوظ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اِنسان کو معلوم ہو جائے کہ یہی اس کا مقدر ہے تو وہ اللہ سے ہی امیدیں باندھتا ہے۔ اُسی سے اپنے تعلق کو مضبوط کرتا ہے۔ غزوہِ خندق کے موقع پر جب آپ ﷺ مٹی نکال رہے تھے تو یہ کہتے جاتے تھے:

نہ ہم راہ پاتے قسم اللہ کی اگر نہ ہوتا اللہ نہ رکھتے ہم روزہ اور نہ پڑھتے نماز پس اُتار ہم پر سکون اور جب (دشمنوں سے) آمنے سامنے ہوں تو ثابت قدم رکھ۔[16]

شیخ عبد القادر جیلانی اپنی کتاب "فتوح الغیب" میں بیان کرتے ہیں:

اگر آفت تیری تقدیر میں لکھی ہے اور تم پر اس کے آنے کا حکم نافذ ہو چکا ہے تو وہ آفت تم پر واقع ہونے والی ہے۔ اگر تم اس کو بُرا جانو یا دعا کے ذریعہ اسے دور کرنے کی کوشش کرو اور تحمل سے کام لو۔ ہر صورت میں برابر ہے بلکہ تمام افعال میں آرام و سکون ہو یا درد و تکلیف، اللہ کی تقدیر کو مان لے اور اسی کے آگے گردن کو جھکا لے تاکہ تمہاری ذات میں اللہ سبحان و تعالیٰ اپنا کام کرے۔ یہی اللہ پر توکل ہے۔[17]

4) اللہ کی مقرر کردہ تقدیر میں حکمت مضمر ہوتی ہے

اللہ کی مقرر کردہ تقدیر میں حکمت مضمر ہوتی ہے۔ امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں:

ایمان بالقدر یعنی تقدیر پر یقین لانے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے کاموں میں عجیب طرز کے راز پوشیدہ ہیں اور ہر واقعہ میں کئی مصلحتیں چھپی ہوئی ہیں جس کو ایک بے عقل انسان سمجھنے سے قاصر ہے مگر اسے صرف ایک صاحبِ بصیرت و عقل اِنسان سمجھ سکتا ہے۔[18]

لوحِ محفوظ اور انسانی اعمال

لوحِ محفوظ وہ ہے جو ہمارے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوحِ محفوظ کا اِنسانی اعمال کے ساتھ کس حد تک تعلق ہے؟ کیا اِنسانی اعمال لوحِ محفوظ کے پابند ہیں کہ نہیں؟ اگر ہیں تو کسی حد تک؟

مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب "علم الکلام اور کلام" کے صفحہ نمبر 55،56 میں رقمطراز ہیں:

بندہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار اور خالق ہے اور فاعل کامل (مستقل) نہیں، فاعل مستقل (کامل) اور ہر شے کی تخلیق کرنے والی ذات تو صرف اللہ سبحان و تعالیٰ کی ہے لیکن تنہا ہر چیز پر قدرت رکھنے والے خدا نے کچھ اختیارات انسان کو بھی دے رکھے ہیں جس کی بنا پر انسان اپنے رب کی فرمانبرداری اور اسطاعت کر سکے اسی بنا پر انسان کو "کاسب" کہا جاتا ہے اور انہیں خدا کے عطا کئے گئے اختیارات سے انسان جو اعمال کرتا ہے شرعی اصطلاح میں اسے "کسب" کہا جاتا ہے اسی بنا پر خیر اور شر کی نسبت اِنسان کی طرف کی جاتی ہے۔[19]

اِنسانی اعمال کا تقدیر سے کیا تعلق ہے اور کیا یہ اعمال تقدیر کے پابند ہیں کہ نہیں، اس بات کی وضاحت مقصود ہے کہ تقدیر دراصل دو اقسام کی ہے۔

1۔ قضا معلق

2۔ قضا مبرم

جہاں تک قضا معلق کا تعلق ہے تو یہ لازم و ملزوم (conditional) ہے۔ یہ ایسی تقدیر ہے جس کو اللہ کی جانب سے تحریر کر دیا گیا ہے۔ جس میں کسی قسم کی تبدیلی (alteration) ممکن ہے۔ اللہ کی پناہ، علمِ الٰہی اِنسان کے افعال کے حوالے سے غیر صحیح نہیں ہو سکتا پھر جو تقدیر لکھ دی گئی ہے اس کو مٹانے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اگر لوحِ محفوظ پر نہ لکھی گئی ہو تو اس کو لکھنا کیوں ضروری ہوا۔ بحر حال یہ بات ثابت کرتی ہے کہ مسئلہ تقدیر بالکل بھی ایسے مسئلہ کا نام نہیں جس میں تبدیلی ممکن ہی نہ ہو وہ تو صرف انسان کے اچھے اور برے اعمال کا ایسا علم ہے جس میں موقع اور محل کی مناسبت سے تبدیلی ہو سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اِنسان بذاتِ خود اس تبدیلی پر مائل ہو۔

جہاں تک تقدیر مبرم کا تعلق ہے تو یہ اٹل ہے۔ اس میں کسی قسم کی تبدیلی رونما نہیں ہو سکتی۔

اس بارے میں نبی کریم ﷺ کی ایک حدیثِ مبارکہ بیان کی جاتی ہے:

آپ ﷺ نے عرض کیا تم میں سے ہر کوئی رکھا جاتا ہے مادرِ رحم میں چالیس روز تک پھر بنتا ہے (اس کا) علقہ اتنے ہی عرصے میں، پھر بنتا ہے (اس کا) مفغہ اتنے ہی وقت میں پھر اللہ نازل کرتا ہے ایک ملک کو اور اس بارے میں چار چیزیں طے کی جاتی ہیں، اس کا رزق، اس کی وفات اور اس کے متعلق کہ وہ نیک بخت (خوش قسمت) ہے یا بد بخت (بد قسمت)

پس رب ایک شخص تم میں سے جو جہنم والے کام کرتا ہے اور جب اس کے اور جہنم کے بیچ صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو غلبہ پاجاتی ہے اس کی تقدیر اس پر اور جنتی لوگوں والے کام کرنے لگتا ہے۔اور حقیقت میں چلا جاتا ہے۔اور ایک شخص جنتی لوگوں والے کام کرتا ہے اور جب اس کے اور جنت کے بیچ ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو غلبہ پاجاتی ہے اس کی تقدیر اس پر اور وہ جہنمیوں والے کام کرتا ہے اور جہنم میں چلا جاتا ہے۔[20]

(1)اللہ کے علم سابق میں اِنسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا

مسئلہ تقدیر میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ سبحان وتعالی کے علم سابق میں انسانوں کا جنتی یا جہنمی ہونا ان کے مکلف ہونے کے منافی ہے؟اس ضمن میں ایک حدیث مبارکہ بیان کی جاتی ہے:

> حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں تھے ایک جنازے کے ساتھ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کے پاس تھی ایک چھڑی۔آپ ﷺ نے سر کو نیچے جھکایا اور اپنی چھڑی سے زمین کو کھودنے لگے۔پھر فرمانے لگے تم میں سے ہر انسان،ہر جان والی چیز کا مقام جنت یا دوزخ اللہ سبحان وتعالی نے تحریر کر دیا ہے۔اس کا خوش نصیب یا بد نصیب (نیک بخت اور بد بخت) ہونا بھی اللہ نے تحریر کر دیا ہے۔ایک شخص نے پوچھا(یعنی سوال کیا)اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے اپنے بارے میں تحریر کئے ہوئے (لکھے ہوئے) پر کیوں نہ بھروسہ کرلیں اور عمل کرنا چھوڑ دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص خوش بختوں میں سے ہے وہ عنقریب بد قسمتوں کے عمل کی طرف راغب ہوگا۔[21]

اِس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اِنسان کا جنتی یا جہنمی ہونا پہلے سے ہی لکھ دیا گیا ہے تو انسان کو اعمال کا مکلف کیوں کیا گیا اور اس کو جزا اور سزا کیوں دی جاتی ہے؟

اِس کا جواب یہ ہے کہ بات یہ نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ سبحان وتعالی نے پہلے سے لکھ دیا ہے ہم اسی کے ماتحت ہیں اور اسی کے فرمان کے تحت کام کر رہے ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے اپنے اختیار اور ارادے سے کرنا تھا اس کا علم پہلے ہی اللہ کو تھا اور اس نے اس علم کو تحریر کر کے محفوظ کر لیا "لوح" کے اندر یعنی علم معلوم کے تابع ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

اور وہ ہر وہ کام جو انہوں نے کر لیا اس کو تحریر کر دیا گیا ہے لوح میں۔[22]

(2)اِنسانی اعمال میں دعا کی اہمیت

اِنسانی افعال میں دعا کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اگر انسان کی تقدیر کو پہلے سے ہی لکھ دیا گیا ہے تو اِنسان دعا کیوں کرتا ہے۔اگرچہ اللہ نے اِنسان کے لیے تمام چیزیں پہلے سے ہی اس کے مقدر میں لکھ دی ہیں مگر اس کے باوجود انسان کو دعا کی تلقین اور نصیحت کی گئی ہے۔حضرت انس سے آپ ﷺ کی روایت منقول ہے۔حضرت انس کی والدہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں کہا اُنہوں نے کہ خادم ہے انس آپ ﷺ کا،آپ ﷺ اس کے لیے دُعا فرمائیں تو آپ ﷺ نے دُعا کی:

اے اللہ برکت دے اس کے مال اور اس کی اولاد اور برکت دے جو کچھ اس کو عطا کیا۔[23]

(3)اِنسانی اعمال میں تدابیر اختیار کرنے کی اہمیت

اِنسانی اعمال میں تدابیر اختیار کرنے کی بہت اہمیت حاصل ہے۔اَصل چیز تقدیر انسان ہے لیکن صرف اسی پر اعتماد و بھروسہ کر کے بیٹھے نہیں رہنا چاہئے۔

اگر مریض بیمار ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کو اپنی تقدیر سمجھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے بلکہ اس کے لیے لازم ہے کہ وہ ایسی تدابیر اختیار کرے جو اسے ان بیماریوں سے محفوظ رکھے اور بچالے۔ابی حذیمہ سے روایت ہے:

> وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بلا بتلا دیجئے رقیہ جس سے آپ کرتے ہیں جھاڑ، پھونک اور دوا جس سے علاج کرتے ہیں۔اور حفاظت کی چیزیں کہ جس سے اپنی حفاظت کرتے ہیں یعنی سپر اور قلعہ وغیرہ کی طرح گویا کہ (ہم) اسے کے ذریعہ تقدیر الہٰی کو کچھ تبدیل کر دیتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:ان کا ہونا بھی مقدر میں تحریر کیا ہوا ہے۔[24]

ہم جو کچھ بھی تدابیر اختیار کرتے ہیں، درحقیقت وہ ہماری تقدیر کا ہی حصہ ہیں لیکن اس کے باوجود تدابیر اختیار کرنے چاہئیں۔

حاصلِ کلام

لوحِ محفوظ یعنی تقدیر میں جو کچھ لکھا جاچکا ہے، اس کی ہماری زندگی میں بڑی اہمیت ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اِنسان اپنے ذہن میں ہمیشہ اس حقیقت کو بیٹھائے رکھے کہ اچھی یا بری تقدیر اللہ کی جانب سے ہے، اُسے کتنا ہی نقصان اُٹھانا پڑے، کتنی ہی خوشی حاصل ہو، غرض زندگی کے ہر موڑ پر عقیدہ تقدیر کے ذریعہ اللہ پر ایمان کو مضبوط کرے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے۔ مگر بحرحال، انسان، حیوان، چرند، پرند سب اللہ کی مرضی (The will of Allah) کے آگے مجبورِ محض ہیں، تو گویا اللہ کو ہی قادرِ مطلق سمجھتے ہوئے اللہ سے دعا گو رہنا چاہئے۔ تدابیر اختیار کرنی چاہئیں اور محض تقدیر کو ہر چیز کا بہانہ نہیں بنانا چاہیئے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] ۔القمر 48: 54 (اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ)

[2] ۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، (کراچی: ادارہ معارف القرآن، 1999)، 8: 575

[3] ۔المنجد، تحت لفظ "قدر"۔

[4] ۔ابنِ حجر عسقلانی، فتح الباری، (لاہور: مطبوعہ دار اللنشر الکتب الاسلامیہ، 1401)، 1: 477، 478

[5] - البروج 87: 21- 22

[6] ۔ عمادالدین ابنِ کثیر، تفسیر القرآن العظیم (لاہور: حذیفہ اکیڈمی، س۔ن) 5: 510

[7] ۔ علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ (لاہور: ادارہ اسلامیات پبلیکیشنز، 2002ء) 4: 502

[8] ۔فاطر 35: 11 (وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِہٖ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِہٖٓ)

[9] ۔ ترمذی، جامع الترمذی، کتاب القدر، باب اعظام امر الایمان بالقدر، رقم الحدیث: 2155

[10] ۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسی علیہما السلام، رقم الحدیث: 2476

[11] ۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام، رقم الحدیث: 7476

[12] ۔ ترمذی، جامع الترمذی، کتاب القدر، باب ماجآء فی الایمان بالقدر خیرہٖ وشرہٖ، رقم الحدیث: 2144

[13] ۔ غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم (لاہور: فرید بک سٹال، 2000) 7: 259

[14] ۔العمرآن 3: 145 (وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا)

[15] ۔الشوریٰ، 42: 12 (لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ)

[16] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب القدر، باب وما کنا لنھتدی لولا ان ھدنا اللہ، رقم الحدیث: 6620

[17] ۔ شیخ عبد القادر جیلانی، فتوح الغیب، (لاہور: دار الشعور، 2007)، 37

[18] ۔امام غزالی، حجۃ البالغہ، (کراچی: سعید کمپنی ادب منزل، 1975ء)، 274

[19] - شبلی نعمانی، علم الکلام اور کلام، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ: 1980ء)، 55، 56

[20] - بخاری، الجامع الصحیح، کتاب القدر، باب فی القدر، رقم الحدیث: 6584

[21] - مسلم، الجامع الصحیح، کتاب القدر، باب کیفیة خلق الآدمی فی بطن امہٖ، رقم الحدیث: 6723

[22] - القمر، 54: 52 (وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ)

[23] - بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الدعوات، باب دعوۃ النبی ﷺ لخادمہٖ، رقم الحدیث: 6344

[24] - ترمذی، جامع الترمذی، کتاب الطب، باب ماجآء فی الرقی، رقم الحدیث: 2065